مصادرِ تصوف میں قرآنی آیات سے مستنبط تصورِ توحید کا تجزیاتی مطالعہ

ANALYTICAL STUDY OF CONCEPT OF TAWḤĪD DERIVED FROM THE QURANIC VERSES MENTIONED IN SOURCES OF TAṢAWWUF

Sahibzada Irfan Sarwari
PhD Scholar, Department of Quran and Tafseer, Allama Iqbal Open University Islamabad; irfansarwari@yahoo.com
Abdul Hameed Khan Abbasi
Professor, Department of Quran and Tafseer, Allama Iqbal Open University Islamabad; a_hameed_k@hotmail.com

Abstract

This paper examines the concept of Tawḥīd and Divine Attributes in the Fundamental Treatise of Taṣawwuf known as Kitāb-al-Luma, al-Risālah al-Qushayriyah, Kashaf al-Maḥjūb and Futūḥ-al-Ghayb. The authors of these books have been acknowledged as the specialist and authority on the subject of Islamic Taṣawwuf with great impact on human being. Employing analytical method, we can visit how Divine Attributes (ṣifāt) and Oneness of Allah (Tawḥīd) have been discussed incorporating different dimensions. This paper concludes that there is no conflict of Ṣūfī thought in relation to Qurān and Sunnah. What the purity of thought about Allah Almighty Ṣūfī has is remarkable and unique. It is not just a concept but they used to create a world with pragmatic approach leaving impact upon human thought and behavior. All these books have guidance in this regard providing spiritual teaching with multiple dimensions either apparently or esoteric one projecting full-fledged paradigm of Oneness of Allah, exercising a Ṣūfī journey towards Ultimate Reality.

Keywords: Quranic Verses, Tawḥīd, Divine Attributes, Ṣūfī Thought

تصوف میں مشہور و متداول کتب میں سے کتاب اللمع فی التصوف از شیخ ابو نصر سراجؒ (م 378ھ)، الرسالۃ القشیریۃ از امام ابو القاسم القشیری (م 465ھ)، کشف المحجوب از شیخ علی بن عثمان ہجویریؒ (م 485ھ)، فتوح الغیب از شیخ عبد القادر جیلانیؒ (م 561ھ) مصادر کا درجہ رکھتی ہیں، جن کے مولفین نے اپنے اپنے اسلوب و منہج کے مطابق تصوف کے مسائل و معارف کو بیان کیا ہے، البتہ ان کتب میں ایک چیز مشترک ہے کہ ان مؤلفین کے ہاں مسائل تصوف کے استنباط کے لیے قرآن مجید بنیادی و اولیں مآخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔ تصوف کے ان بنیادی مصادر میں صوفیہ نے عقائد، عبادات، معاملات، معمولات اور اخلاقیات کے متعلق بے شمار تفسیری اشارات و نکات بیان کیے ہیں، جن سے صوفیہ کے افکار و نظریات اور علوم اسلامیہ میں مہارت و دسترس عیاں ہوتی ہے۔ ان امہات الکتب میں صوفیہ نے ایمانیات کے ضمن میں عقیدۂ توحید اور اس کے متعلقات کے بارے میں قرآنی آیات اور ان کی تفسیر بیان کرتے ہوئے جو نکات و اشارات بیان کیے ہیں ان تفسیری نکات کا اس آرٹیکل میں تجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے جس سے صوفیہ کا عقیدۂ توحید اور صفاتِ الٰہیہ کا تصور واضح ہو جاتا ہے۔

عقیدۂ توحید کا عمومی تصور یہی لیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا جائے، لیکن اس عقیدہ کی تفصیلات بہت زیادہ ہیں کیونکہ اس عقیدہ میں تھوڑی سی کمی یا نقص پیدا ہونے سے بندہ دائرۂ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ اسی لیے عقیدۂ توحید جس قدر مضبوط اور مستحکم ہو گا بندۂ مومن کا ایمان اسی قدر کامل اور غیر متزلزل ہو گا۔ عقیدۂ توحید اور صفاتِ الٰہیہ کے بارے میں تمام طبقات اہل علم نے اپنے اپنے انداز میں وضاحتیں کی ہیں، لیکن صوفیہ کا اندازِ توضیح دیگر طبقات سے اس لیے امتیازی حیثیت کا حامل ہے کیونکہ صوفیہ باطنی اور روحانی کیفیات کے مطابق عقیدۂ توحید کا تصور پیش کرتے ہیں، اس لئے ان کے بیان کردہ عقیدۂ توحید میں زیادہ گہرائی و وسعت معلوم ہوتی ہے۔

توحید کا مفہوم

توحید کے معنی و مفہوم میں محققین نے مختلف آراء ذکر کی ہیں۔ امام قشیری توحید کا مفہوم بیان کرتے ہوئے درج ذیل آیت مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ [1] (تمہارا اللہ ایک ہی ہے)

یہ آیت توحید کی دلیل ہے۔ اس میں لفظ " وَاحِدٌ "کی تشریح کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ "اہل علم کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس کی تعریف میں وضع و رفع نہ پایا جائے، یعنی وہ اشیاء کے مرکب سے نہ بنا ہو۔ مگر جب ہم انسان کو واحد کہتے ہیں تو اس میں وضع اور رفع دونوں پائی جاتی ہیں، کیونکہ ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ انسان جو ہاتھ اور پاؤں کے بغیر ہے، لہذا یہاں انسان سے کسی چیز کا رفع (نفی) پایا گیا، لیکن جل سبحانہ تو یکتا ہے، برخلاف اس نام کے جو کسی ایسی چیز کے لیے وضع کیا گیا ہو جو چند اشیاء سے مرکب ہو"۔[2] ڈاکٹر پیر محمد حسن مذکورہ تشریح کا مفہوم آسان لفظوں میں یوں بیان کرتے ہیں: "ذات باری تعالیٰ ہر لحاظ سے واحد ہے۔ اس کی ذات میں کسی قسم کی کمی یا بیشی کا تصور نہیں ہو سکتا۔ اگر کمی یا بیشی ہو تو پھر وہ چیز اللہ تعالیٰ کی ذات نہیں کوئی اور شئے ہے"۔[3] امام قشیریؒ مزید لکھتے ہیں کہ بعض اہل تحقیق یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو اس کی ذات کی تقسیم ہو سکتی ہے، نہ اس کی ذات کی مثال ہے، نہ صفات کی، اور نہ اس کے افعال اور مصنوعات ہی میں اس کا کوئی شریک ہے۔[4]

شیخ سید علی ہجویریؒ درج ذیل آیات کی تفسیر میں عقیدۂ توحید بیان کرتے ہیں:

---

[1]۔ سورۃ البقرۃ 2:163

1.Surah al Baqrah, 2: 163

[2]۔ القشیری، امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن، الرسالۃ القشیریۃ، مطبع مصطفی البابی، مصر 1959ء، باب التوحید، ص:330

2.Al-Qushari, Imam Abu-al-Qasim Abdul Karim bin Hawazan, *al-Risālah al-Qushayriyah*, (Egypt: Matba'ah Mustafa al-Babi, Edition, 1959) P: 330

[3]۔ رسالہ قشیریہ، مترجم: پیر محمد حسن، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، طبع 5:2015ء، ص:1037

Risala Qushayriyah, Translator: Peer Muhammad Hasan (Islamabad: Idarah Thqiqāt Islami, 5th Edition 2015) P:1037

[4]۔ الرسالۃ القشیریۃ، باب التوحید، ص:330

al-Risālah al-Qushayriyah, Bab al-Tawhīd, P:330

- وَإِلَـٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ [5] (اور تمہارا معبود ایک ہی ہے)۔
- قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ [6] (تم فرماؤ اللہ ایک ہے)
- لاَ تَتَّخِذُواْ إِلـٰهَيْنِ اثْنَيْنِ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ [7] (تم دو معبود نہ بناؤ بلاشبہ معبود ایک ہی ہے)۔

ان آیات کی تفسیر میں شیخ ہجویریؒ لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

"بیننا رجل ممن کان قبلکم لم یعمل خیراً قط الا التوحید فقال لاهله اذا متُّ فاحرقونی ثم اسحقونی ثم ذرونی نصفی فی البر و نصفی فی البحر فی یوم رائح فَفَعَلُوا فقال الله تعالیٰ للریح و الماء اجمعاما اخذتما فاذا هو بین یدیه فقال له ما حملک علی ما صنعت فقال استحیاناً منک فَغَفَرَ له"۔[8]

(تم سے پہلے ایک شخص گزرا جس کی کوئی نیکی توحید کے سوا نہ تھی، اس نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا اور راکھ نصف دریا میں پھینک دینا اور نصف سخت آندھی کے دن ہوا میں اُڑا دینا، گھر والوں نے ایسا ہی کیا اللہ تعالیٰ نے پانی اور ہوا کو حکم دیا جو تم نے پھیلایا ہے ان سب کو اکٹھا کرو اور میرے حضور لاؤ۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھے کس چیز نے اپنے ساتھ ایسا سلوک کرنے پر آمادہ کیا، اس نے عرض کیا خدایا مجھے تیری حیا دامن گیر تھی اس لیے میں نے ایسا کیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا)۔

توحید کی حقیقت کسی کی یگانگت کا حکم قائم کرنا اور اس کی یگانگی کا علم حاصل کرنا ہے، حق تعالیٰ اکیلا، لاشریک ہے اور اس کے افعال میں کوئی اس کا شریک نہیں، موحدین اللہ تعالیٰ کو انہیں صفات کے ساتھ جانتے ہیں،

---

[5]۔ سورۃ البقرۃ 163:2

Surah al-Baqrah, 2: 163

[6]۔ سورۃ الاخلاص 1:112

Surah al-Ikhlaṣ, 112: 1

[7]۔ سورۃ النحل 51:16

Surah al-Naḥal, 16:51

8۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح للبخاری، کتاب التوحید، رقم الحدیث: 7506؛ الجامع الصحیح للمسلم، کتاب التوبۃ، رقم الحدیث: 2756؛ کشف المحجوب، کشف الحجاب الثانی فی التوحید، ص: 302

Al-Bukhari, Muhammad Bin Ismail, Al-Jame al-Ṣahihi, Hadith # 7506; Al- Jame al-Ṣahih lil Muslim, Hadith # 2756; Kashaf al-Maḥjūb, Kashf ul Ḥijab Al-Sani Fi al-Tawhid, P:302

اس کو یکتا جاننا توحید کہلاتا ہے۔ توحید کی تین قسمیں ہیں، ایک حق تعالیٰ کی توحید اسی کے لیے یعنی خود حق تعالیٰ کا علم ہے کہ وہ یکتا ہے۔ دوسری حق تعالیٰ کی توحید مخلوق کے لیے یعنی بندہ اس کی توحید کا اقرار کرے اور اس کے دل میں توحید کا عقیدہ راسخ ہو، اور تیسری مخلوق کی توحید خدا کے لیے یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت سے متعلق مخلوق کا علم۔ واضح رہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرلیتا ہے تو وہ اس کی وحدانیت کا اقراری ہو جاتا ہے۔[9]

توحید کے متعلق صوفیہ کے اقوال و اشارات کی روشنی میں تفصیلی بحث کرنے کے بعد شیخ علی ہجویریؒ یوں رقمطراز ہیں:

"من ہمی گویم کہ توحید از حق بندہ اسرار است وبعبارت آن ھویدا نشود تا کسی آن را بعبارت مزخرف بیاراید۔۔۔ تا۔۔۔ وموحد الھی بود نہ لاھی"۔[10]

ترجمہ: "میں کہتا ہوں کہ توحید بندے کے لیے ایک ایسا سرِ الٰہی ہے جو الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کوئی عبارت آرائی سے اس کی تشریح کر سکتا ہے، اس لیے کہ عبارت اور معبّر دونوں غیر ہیں اور توحید میں غیر کا اثبات شرک ہے، اس صورت میں توحید ایک بازیچہ قرار پائے گی حالانکہ موحد توحید خداوندی کے بارے میں انتہائی سنجیدہ ہوتا ہے اسے فضول باتوں سے کیا تعلق"۔

امام قشیریؒ اور شیخ علی ہجویریؒ نے آیات کی تفسیر کے ضمن میں عقیدۂ توحید کے ظاہری اور باطنی پہلو بیان کیے ہیں۔ اور توحید کو ایسا سرِ الٰہی قرار دیا ہے جس کی کماحقہ توضیح الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔

توحید کی تعریف بیان کرتے ہوئے امام قشیریؒ لکھتے ہیں کہ کسی نے ابو علی رودباریؒ[11] سے توحید کے متعلق سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا:

---

[9]۔ ہجویری، سید علی بن عثمان، کشف المحجوب، النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور، 2013ء، کشف الحجاب الثانی، ص:302-303

Hajveri, Sayed Ali Bin Usman, Kashaf al-Maḥjūb, (Lahore:Al Nooriyah Al Rizwiyah Publishing Company, Edition, 2013) P:302-303

[10]۔ ایضاً، ص:311

Ibid: P:311

[11] ابو علی احمد بن محمد روذباری: شیخ الصوفیہ ہیں، ابو الحسن نوریؒ کی صحبت میں رہے، حضرت جنید بغدادیؒ کے شاگرد اور مرید تھے، پہلے بغداد میں رہے بعد میں مصر چلے گئے 322ھ میں آپ کا انتقال ہوا، آپ کے شاگردوں میں ابو علی کاتب کا نام آتا ہے

1. "التوحيد في كلمة واحدة: كل ما صوّره الاوهام و الافكار فالله سبحانه بخلافه،لقوله تعالىٰ:لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ البَصِيرُ [12] " [13]

ترجمہ:(توحید صرف ایک جملے میں آ جاتی ہے،یعنی ہر وہ چیز جو ہمارے وہموں اور فکروں میں متصور ہے، اللہ تعالیٰ اس سے مختلف ہے،کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:اس کی مثل کوئی چیز نہیں،وہ سننے اور دیکھنے والا ہے)۔

شیخ عبد القادر جیلانیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی شان اس سے کہیں بلند و بالا ہے کہ اسے اس کی مخلوقات پر قیاس کیا جائے یا ان کے ساتھ اسے تشبیہ دی جائے۔[14] شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ نے اس آیت کی تفسیر یوں کی:

اس کی مثل کوئی نہیں (نہ اس کی ذات میں نہ صفات میں۔وہ جسم اور جسمانی صفات سے پاک و مبرّا ہے)۔ اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے (وہ کانوں کے بغیر سنتا ہے اور آنکھوں کے بغیر دیکھتا ہے۔اسی طرح اس کا قرب و وصول جسم اور مکان کے ساتھ موصوف نہیں)۔[15] اللہ تعالیٰ کی ذات ہمارے افکار و تصورات سے ماوراء ہے،اور بے مثل و مثال ذات ہے۔

جن کا یہ قول ہے کہ میں نے ابو علی روذباری کے علاوہ کسی میں حقیقت اور شریعت کا علم جمع نہیں دیکھا۔ (نفحات الانس،ص:193؛ کشف المحجوب،ص:197؛ طبقات الصوفیہ،ص:354؛ تاریخ بغداد، سیر اعلام النبلاء میں بھی آپ کا ذکر ہے)

Jami, Muhammad bin Abdul Rehman, *Nafḥat-ul-Unas*, Translator: Ahmad Ali, (Lahore: Mushtaq Printer, 2003),P:193; *Kashaf al-Maḥjūb*, P:197; *Tabkat-u-Sofiya*, P:354

[12]۔ سورۃ الشوریٰ42:11

Surah al-Shura, 42:11

[13]۔ الرسالۃ القشیریۃ، فصل فی بیان اعتقاد ھذہ الطائفۃ فی مسائل الاصول، ص:16

Al-Risālah al-Qushayriyah, P:16

[14]۔ جیلانی، شیخ عبد القادر، فتوح الغیب، مطبعہ مصطفی البابی، مصر، 1983ء، ص:40،70

Jeelani, Abdul Qadir, *Futūḥ-al-Ghayb*, (Egypt: : Mustafa al-Babi, Edition:1983) P:40,70

[15]۔ محدث دہلوی، شاہ عبد الحق، شرح فتوح الغیب، مترجم: مفتی ظہور احمد جلالی، مسلم کتابوی لاہور، 2012ء، ص:203

Muhadis Dehlavi, Shah Abdul Haq , *Sharaḥ Futūḥ-al-Ghayb*, Translator: Mufti Zahoor Ahmad Jlali (Lahore: Muslim Kitabvi, Edition:2012) P:203

حقیقتِ توحید

توحید کی حقیقت پر تفصیلات صوفیہ کی کتب میں درج ہیں، درج ذیل قرآنی آیت کی تفسیر میں حقیقتِ توحید بیان کرتے ہوئے شیخ ابو نصر سراجؒ یوں لکھتے ہیں:

شَهِدَ اللّهُ أَنَّهُ لاَ إِلَهَ إِلاَّ هُوَ وَالْمَلاَئِكَةُ وَأُوْلُواْ الْعِلْمِ قَآئِمَاً بِالْقِسْطِ لاَ إِلَهَ إِلاَّ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ [16]

(اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، فرشتے اور صاحبِ علم انصاف سے قائم ہو کر یہی گواہی دیتے ہیں اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ غالب و دانا ہے)۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی گواہی سے پہلے اپنی وحدانیت کی گواہی دے دی، لہذا جہاں تک حق تعالیٰ کا تعلق ہے تو توحید کی حقیقت وہی ہے جس کی گواہی اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے متعلق مخلوق سے پہلے دی۔ اور جہاں تک مخلوق کا تعلق ہے انہوں نے بھی در حقیقت اور اپنے وجدان کے مطابق، جس قدر وجدان اللہ تعالیٰ نے انہیں دے دیا اور ان سے ارادہ کیا گواہی دی ہے۔ اور وہ لوگ فرشتے اور اولوا العلم قائماًبالقسط ہی ہیں۔ بطریق اقرار، توحید میں سب مسلمان برابر ہیں اور جو طریق اقرار کا قابلِ اعتماد ہے وہ دل سے ہے زبان سے نہیں۔[17]

آیت کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ توحید کی گواہی اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی گواہی سے پہلے دی، اللہ تعالیٰ کی گواہی پر مخلوق (فرشتے، اولوا العلم قائماًبالقسط) نے بھی اس کی توحید کا اقرار کیا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابلِ اعتماد توحید تصدیقِ قلبی ہے۔

---

[16] ۔ سورۃ آل عمران 18:3

Surah Al'e Imran, 3:18

[17] السراج، ابو نصر عبد اللہ بن علی الطوسی، کتاب اللمع فی التصوف، تحقیق و تخریج: ڈاکٹر عبد الحلیم محمود وطہ عبد الباقی سرور، دار الکتب الحدیثۃ، مصر، 1960ء، باب التوحید، ص:52

Al-Siraj, Abu Nasr Abdullah bin Ali Al-Tousi, *Kitāb-al-Luma Fi al-Taṣawwuf*, Researcher: Dr Abdul Haleem Mahmood & Taha Abdul al-Baki Sarwar (Egypt: Dar-al-Kutab-al-Hadisah, Edition 1960) P:52

توحیدِ خاص

عمومی طور پر اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا توحید کہلاتا ہے، لیکن صوفیہ عقیدہ توحید کو دو اقسام میں منقسم کرتے ہیں توحیدِ عام اور توحیدِ خاص۔ توحیدِ عام تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنا، اور توحیدِ خاص کو بیان کرتے ہوئے شیخ ابو نصرؒ درج ذیل آیت کی تشریح میں حضرت جنید بغدادیؒ کا قول نقل کرتے ہیں:

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِن بَنِي آدَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنفُسِهِمْ أَلَسْتَ بِرَبِّكُمْ قَالُواْ بَلَى شَهِدْنَا [18] (جب تمہارے پروردگار نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں اپنے آپ پر گواہ بنایا، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب بولے کیوں نہیں ہم گواہ ہوئے)۔

حضرت جنیدؒ توحیدِ خاص کی تشریح کرتے ہوئے اس آیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" فمن این کان و کیف کان قبل ان یکون؟ و ھل اجابت الا الارواح الظاھرۃ باقامۃ القدرۃ و انفاذ المشیۃ ؟ فھو الآن فی الحقیقۃ کما کان قبل ان یکون و ھذا غایۃ حقیقۃ التوحید للواحد: ان یکون العبد کما لم یکن، و یبقی اللہ تعالیٰ کما لم یزل"[19]

ترجمہ: (لہذا جو کچھ تھا اور وجود میں آنے سے پہلے جیسا بھی تھا، جواب تو صرف پاک روحوں نے دیا تھا وہ اس طرح کہ قدرت الٰہیہ نے انہیں سیدھا کھڑا کر دیا اور ان میں اپنے مشیت کا حکم جاری کر دیا لہذا اب وہ پھر ایسا ہو جاتا ہے جیسا وہ وجود میں آنے سے پہلے تھا۔ خدائے واحد کی انتہائی اور حقیقی توحید یہی ہے کہ بندہ اس کے سامنے یوں ہو جیسا وہ اس وقت تھا جبکہ ابھی وہ وجود میں نہ آیا تھا، اور اللہ تعالیٰ اسی طرح ہے جس طرح ازل میں تھا)۔ یعنی بندہ اپنے وجود کو اسی طرح نیست کرے جیسے یوم الست کو صرف روح تھی اور اسی نے توحید کا اقرار کیا تھا، اور یہی توحیدِ خاص ہے۔

[18] سورۃ الاعراف 7:172

Surah Al-Ieraf 7:172

[19] کتاب اللمع فی التصوف باب التوحید، ص:50

Kitāb-al-Luma Fi al- Taṣawwuf, P:50

دلائلِ توحید و قدرت باری تعالیٰ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور قدرت کے بے شمار دلائل ذکر کیے ہیں، شیخ عبد القادر جیلانیؒ الوہیتِ باری تعالیٰ کے متعلق عقیدہ اور قدرتِ باری تعالیٰ کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے آخر میں چند آیات بطور استشہاد ذکر کرتے ہیں۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

"اللہ تعالیٰ پر کسی کا کوئی حق لازم نہیں ہے، اور نہ ہی وہ اپنے وعدے کے ایفا کا پابند ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے جسے چاہے عذاب دے گا اور جسے چاہے گا بخش دے گا، جسے چاہے رحم کرتا اور انعام سے نوازتا ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس سے کوئی پُرسش نہیں جبکہ مخلوق اس کے سامنے جواب دہ ہے، جسے چاہتا ہے اپنی نوازش و احسان سے بے حساب رزق عطا کرتا ہے اور جسے چاہے اپنے عدل کے ذریعے کچھ نہیں دیتا۔ ایسا کیوں نہ ہو جبکہ تمام کائنات میں عرش بریں سے لے کر زمین کے ساتوں طبقوں کے نیچے تحت الثریٰ تک کی تمام مخلوق اس کی ملک ہے اور اسی کی بنائی ہوئی ہے ان سب چیزوں کا خالق و مالک اس کے سوا کوئی نہیں۔ وہ خود فرماتا ہے:

أَإِلَهٌ مَّعَ اللهِ [20](کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے؟)

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللهِ [21](کیا اللہ کے سوا کوئی خالق ہے؟)

هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا [22](کیا اس کے نام کا دوسرا جانتے ہو؟)

قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاء وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاء وَتُعِزُّ مَن تَشَاء وَتُذِلُّ مَن تَشَاء بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىَ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ تُولِجُ اللَّيْلَ فِي الْنَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الَمَيَّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَن تَشَاء بِغَيْرِ حِسَابٍ [23]

---

[20]۔ سورۃ النمل:27:60

Surah Al-Nmal, 27:60

[21]۔ سورۃ فاطر:35:3

Surah Al-Fatir, 35:3

[22]۔ سورۃ مریم:19:65

Surah Maryam 19:65

[23]سورۃ آل عمران:3:27،26

Surah Aal'e Imran, 3:26,27

(یوں عرض کر۔ اے اللہ ملک کے مالک! تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے ،اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے بے شک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ تو دن کا حصہ رات میں ڈالے اور رات کا حصہ دن میں ڈالے اور مردہ سے زندہ نکالے اور زندہ سے مردہ نکالے، اور جسے چاہے بے گنتی دے)۔[24]

یہ آیات توحید اور قدرتِ باری تعالیٰ پر دلالت کرتی ہیں جن کو شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے بطور استشہاد پیش کیاہے، تمام کائنات کے نظام کو جس طرح اللہ تعالیٰ چاہتاہے چلا رہاہے۔

کائنات کی ہر شئے توحیدِ خداوندی پر دلیل

وہ لوگ جو عقل پرست تھے ان کو قرآن مجید نے کائنات کی مختلف اشیاء پر غور کرنے کا حکم دیاہے تاکہ وہ مخلوق کے ذریعے خالق کو پہچانیں، جیساکہ درج ذیل آیت مبارکہ سے توحیدِ خداوندی کا استدلال کیا گیاہے:

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ[25] (اور تمہارے کام میں لگائے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے) حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ترجمہ: "اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے کوئی اسم ہے (یعنی ہر چیز اسماء الٰہیہ میں سے کسی اسم کا مظہر ہے اور ہر اسم اس چیز کا مبدءِ تعین ہے جس کا وہ مربّی ہے) اور ہر چیز کا نام اسمائے الٰہی میں سے کسی نہ کسی اسم کا مظہر ہے، پس تم تو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور افعال کا اثر ہو۔ باطنی طور پر (یعنی مرتبہ امکان وماہیت میں) اس کی قدرت کا اور ظاہری طور پر حکمت کا (یعنی مرتبہ وجود وفعل میں)۔ اللہ تعالیٰ ذات کے اعتبار سے پوشیدہ ہے اور صفات کے اعتبار سے عیاں ہے۔ اس نے اپنی ذات کو صفات میں (صفت پردہ ذات ہے۔ ذات کا ادراک صفت کے بغیر ناممکن ہے) اور صفات کو افعال میں (افعال پردہ صفات ہیں صفات افعال سے مکشوف ہوتی ہیں جیساکہ ذات صفات سے مشہود ہوتی ہے) پوشیدہ کرر کھاہے۔ اس نے علم کو ارادے سے (کیونکہ اس کا علم مخفی ہے، کسی کو علم پر اطلاع نہیں ہے جب کسی چیز کا ارادہ ہوتاہے تو وہ چیز وجود

---

[24] فتوح الغیب، ص:153-154

Futūḥ-al-Ghayb,P:153-154

[25] سورۃ الجاثیۃ 13:45

Surah Al-Jasiyah, 45:13

میں آجاتی ہے اور اس بات کا انکشاف ہو جاتا ہے کہ علمِ الٰہی یہ تھا) اور ارادے کو حرکات (انسانوں اور دیگر مخلوقات کی جنبش و افعال کا نام حرکات ہے، ارادہ بھی اس صورت میں معلوم ہو گا جب افعال ہوں گے یہ جو کچھ کریں گے اس سے معلوم ہو گا کہ حق تعالیٰ کا ارادہ یہ تھا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ حرکات سے مراد تمام اشیاء کا حدوث و وجود ہو۔ یعنی قوت سے فعل کی طرف نکلنا، اور یہ معنی زیادہ جامع ہے) کے ذریعے ظاہر فرمایا اور اپنے کمال و صنعت کو چھپایا اور صنعت کو ارادے کے ذریعے ظاہر فرمایا (کیونکہ ارادہ و وجود افعال کی علّت ہے)۔ وہ اپنے غیب میں باطن اور اپنی قدرت و حکمت میں ظاہر ہے۔ کوئی شے اس کی مثل نہیں (یہ ذاتِ باری تعالیٰ کی تنزیہہ اور عینیت کی طرف اشارہ ہے) اور وہ سننے والا جاننے والا ہے (یہ عالمِ شہادت میں اس کی صنعت کے آثار کے ظہور کی طرف اشارہ ہے)"۔[26]

شیخ عبد القادر جیلانیؒ مزید فرماتے ہیں:

"ولقد اظهر فی هذا الکلام معنی الاسرار و المعرفة ما لا یظهر الا من مشکاة فیها مصباح"[27]

ترجمہ: (حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کلام میں معرفت کے وہ اسرار و رموز بیان کیے ہیں جو صرف شمعِ نورِ عرفان سے منوّر سینے کے مالک سے ہی ظاہر ہو سکتے ہیں)۔

یہ (مذکورہ جملہ) قلبِ مومن میں نورِ حق کے ظہور کی مثال ہے اور اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے: اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ[28] (اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا، اس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے)۔[29]

---

[26]۔ شرح فتوح الغیب (اردو)، ص:35،36،734 (اس ترجمہ میں جو عبارت () میں ہے وہ شاہ عبد الحقؒ کی اس کلام کے ضمن میں بیان کردہ شرح ہے)۔ باقی عبارت فتوح الغیب کی عربی عبارت کا اردو ترجمہ ہے۔

Sharha Futūḥ-al-Ghayb (Urdu), P:35,36,734

[27]۔ فتوح الغیب، ص:165

Futūḥ-al-Ghayb, P:165

[28]۔ سورۃ النور:35:24

Surah al-Noor 24:35

[29]۔ شرح فتوح الغیب، ص:736

Sharah Futūḥ-al-Ghayb, P:736

تمام اشیاء اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات اور افعال کا اثر ہیں، اور ظاہری و باطنی حکمتوں سے یہ کائنات بھری پڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ ذات کے اعتبار سے تو پوشیدہ ہے لیکن صفات کے اعتبار سے عیاں ہے۔ یہ کائنات جو اس نے ہمارے لیے مسخر کی ہے اس کی قدرت کی اس میں دلیل ہے اور اہل عقل و دانش کے لیے اس کی پہچان کا ذریعہ بھی۔

نفع و نقصان سے پاک ذات

عقیدۂ توحید کی مبادیات میں یہ بھی شامل ہے کہ بندے کو علم ہونا چاہیے کہ وہ اپنے اعمال و افعال سے نہ تو ذاتِ حق کو نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی نقصان۔ جیسا کہ قرآن مجید کی درج ذیل آیات اس پر شاہد ہیں:

إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا [30](اگر تم نیک عمل کرتے ہو تو وہ اپنا ہی بھلا کرتے ہو، اور اگر برے عمل کرتے ہو تو وہ بھی اپنے لیے ہی کرتے ہو)

وَمَن جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ [31](جو مجاہدہ کرتا ہے تو وہ اپنے لیے ہی مجاہدہ کرتا ہے کیونکہ اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے)۔

شیخ علی ہجویریؒ ان آیات کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مجاہدات سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اور نہ ان کے مجاہدات نہ کرنے سے اسے کچھ نقصان ہے، اگر سارا جہان حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا صدق اختیار کرلے تو اس کا فائدہ انہی کو ہوگا نہ کہ خدا کو اور اگر سارا جہان فرعون کی مانند خدا کو جھٹلانے لگے تو اس کا نقصان انہی کو پہنچے گا نہ کہ خدا کو۔[32]

یہ بات اللہ تعالیٰ کے مذکورہ فرامین سے ظاہر ہوتی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ انسان کے اچھے اور برے اعمال سے اس کی ذات کو کوئی فائدہ یا نقصان نہیں ہوتا۔

---

[30]۔ سورۃ بنی اسرائیل 7:17

Surah Bni Israiel 17:7

[31]۔ سورۃ العنکبوت 6:29

Surah al-Ankaboot 29

[32]۔ کشف المحجوب، باب فی ذکر ائمتھم من تبع التابعین الی یومنا، ص:109

Kashaf al-Maḥjūb, P:109

اللہ تعالیٰ سے انس

ذات حق سے انس ہونا ممکن ہے، اس کے متعلق درج ذیل آیت کی تفسیر میں شیخ علی ہجویریؒ لکھتے ہیں:

يَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنتُمْ تَحْزَنُونَ [33] (اے میرے بندو آج نہ تم پر خوف ہے اور نہ تم غمگین ہوگے)۔

اس آیت سے اور اس طرح کے بہت سے دوسری آیات سے بندے کا اللہ تعالیٰ سے انس کے ممکن ہونے کا اشارہ ملتا ہے، کیونکہ جب بندہ فضل خداوندی کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس کے ساتھ محبت کرتا ہے، محبت سے انس پیدا ہوتا ہے، اس لیے کہ دوست سے ہیبت کھانا بیگانگی اور اس کے ساتھ انس یگانگی کی علامت ہے۔ انسان کی فطرت ہے کہ اسے اپنے منعم سے انس ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ہم پر اتنے انعامات ہیں۔[34]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے خوف و حزن کی نفی کی ہے، جس سے شیخ علی ہجویریؒ نے مذکورہ استدلال کرتے ہوئے بندے کا اللہ تعالیٰ سے محبت و انس کا ممکن ہونا ثابت کیا ہے اور ایسا عقیدہ رکھنا جائز ہے۔ یہ اثبات شیخ علی ہجویریؒ کے مقام اور علومِ قرآن کی فہم کو واضح کرتا ہے۔

شکور کا معنی

اللہ تعالیٰ کے اسمائے صفاتی میں سے ایک "شکور" ہے۔ اس کے متعلق امام قشیریؒ لکھتے ہیں: جب اس لفظ کی نسبت بندے کی طرف کی جاتی ہے تو اس سے مراد ہوتی ہے، شکر گزار بندہ۔ اور جب اس لفظ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو، تو اس وقت اللہ تعالیٰ کو اس صفت سے مجازاً موصوف کیا جاتا ہے۔ اور اس سے مراد ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو شکر گزاری پر جزا دینا۔ لہذا شکر کی جزا دینے کو شکر کہا جاتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: وَجَزَاء سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا [35] (برائی کا بدلہ اسی طرح کی برائی ہوگا)۔ یہ بھی کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شکر کا مطلب یہ ہے

---

[33] ۔ سورۃ الزخرف 68:43

Surah al-Zukhruf 43:68

[34] کشف المحجوب، کشف الحجاب العاشر، ص:426

Kashaf al-Maḥjūb, P:426

[35] سورۃ الشوریٰ:42:40

Surah al-Shuraa 40:42

کہ اللہ تعالیٰ معمولی سے عمل پر بہت زیادہ ثواب عطا فرماتا ہے، جیسا کہ عربی کا محاورہ ہے: "دابة شکور "یعنی وہ جانور جسے باوجود اس کے کہ کم چارہ دیا جاتا ہو، زیادہ موٹا ہو۔[36] امام قشیریؒ نے اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام "الشکور" کی تفسیر عربی ادب ولغت کی روشنی میں کی ہے کہ اگر شکور کی نسبت بندے کی طرف ہو تو اس کا معنی شکر گزار بندہ ہو گا اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا بندوں کو شکر گزاری پر جزا دینا ہے۔ اسی طرح دیگر اسماء الٰہیہ کے وہی معنی لیے جائیں گے جو اس کی شان کے لائق ہوں گے۔

الستار کا معنی

اللہ تعالیٰ کے صفاتی اسماء میں سے "الستار" ہے، اسم "الستار" کے معانی بندے کے لیے الگ ہیں اور ذات باری تعالیٰ کی طرف جب اس کی نسبت کی جائے تو الگ معنی مراد لیا جاتا ہے، جیسا کہ امام قشیری ایک مقام پر لکھتے ہیں:

ستر اور تجلی کا ظہور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور ارادہ سے ہوتا ہے۔ ستر کی نسبت بندے کی طرف ہو تو اس سے مراد مشاہدۂ غیب اور سر کے درمیان بشریت کا حائل ہونا ہے اور جب غیبی نور کا ظہور ہو تو بشری حجاب زائل ہو جاتا ہے، اور ستر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا بندے سے اس کی حالت کو پوشیدہ کر دینا ہے۔[37] ستر خواص کے لیے رحمت ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ جن امور کو ان کے سامنے کھول دیتا ہے، اگر ان پر اللہ تعالیٰ پردہ نہ ڈال دے تو یہ لوگ سلطانِ حقیقت کے سامنے فنا ہو جائیں، لیکن اللہ تعالیٰ جس طرح ان کو ظاہر کرتا ہے، اسی طرح ان پر پردہ بھی ڈالتا ہے۔[38]

---

[36] الرسالۃ القشیریۃ، ص:210

Al-Risālah al-Qushayriyah, P:210

[37] ۔الانصاری، شیخ زکریہ بن محمد، نتائج الافکار القدسیۃ فی بیان معانی شرح الرسالۃ القشیریۃ، محقق: شیخ عبد الوارث محمد علی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 2007ء، ص:117

Al-Ansari, Zkriya bin Muhammad, *Ntaij-ul-Afkār-il-Qudsiyah Fi Bayān M'āni Sharaḥ al-Risālah al-Qushayriyah*, Researcher: Abdul Waris Muhammad Ali (Beirūt:Dar al Kutub al Ilmiyyah, Edition 2007) P:117

[38] الرسالۃ القشریۃ، ص:110

Consult: *al-Risālah al-Qushayriyah*, P:110

یہاں اللہ تعالیٰ کے صفاتی اسم "الستار" کی تفسیر اشاری بیان ہوئی ہے، لفظ الستار کا مادہ ستر ہے اور ستر کا لفظ صوفیہ کی اصطلاحات میں استعمال ہوتا ہے، مشاہدۂ غیب میں بشریت کے پردے کے حائل ہونے کو ستر کہتے ہیں، اور اسی لفظ کی نسبت صوفیہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں تو اس سے مراد بندے سے اس کی اصل حالت کو پوشیدہ کر دینا لیتے ہیں، اور اس پوشیدگی کو خاص صوفیہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت قرار دیتے ہیں۔

جمالِ الٰہی کی صفت کے کشف پر حالت

کیا اللہ تعالیٰ کے جمال کی صفت کا اپنے خاص بندوں پر منکشف ہونا ممکن ہے؟ اس کے متعلق امام قشیریؒ درج ذیل آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ موسَى صَعِقًا [39](جب اللہ تعالیٰ کی تجلّی پہاڑ پر ہوئی تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے)

موسیٰ علیہ السلام باوجود رسول ہونے کے بے ہوش کر گرے اور پہاڑ ٹھوس اور مضبوط ہونے کے باوجود پاش پاش ہو گیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ جب سلطان حقیقت (اللہ تعالیٰ) کی کوئی علامت ظاہر ہو جائے تو بندہ کی صفت یہی ہے کہ وہ فنا ہو جائے۔ چنانچہ جمالِ الٰہی کی صفت کے کشف پر صوفی کو "سکر"[40] حاصل ہوتا ہے، روح طرب میں آتی ہے اور دل حیران رہتا ہے۔[41] صوفی پر سکر کی کیفیت اس وقت طاری ہوتی ہے جب اس پر جمالِ الٰہی کی کوئی نشانی منکشف ہوتی ہے۔ مذکورہ آیت میں جمالِ الٰہی کی صفت کے ظہور کو بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات

شیخ ابو نصر سراجؒ درج ذیل آیت کی تشریح میں ابو بکر شبلیؒ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[39] سورۃ الاعراف:7:143

Surah al-A’rāf 7:143

[40] کسی قوی کیفیت کے وارد ہونے کی وجہ سے احساس سے غائب ہونے کو سکر کہتے ہیں۔ (الرسالۃ القشیریۃ (اردو)، مترجم: پیر محمد حسن، ص:268)

al-Risālah al-Qushayriyah (Urdu), P:268

[41] دیکھیے: رسالہ قشیریہ (اردو)، مترجم: پیر محمد حسن، ص:268-269

Consult: al-Risālah al-Qushayriyah, Translator: Peer Muhammad Ḥasan, P:268-269

هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا [42] (وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں کہیں بھی وہ ہوں)

آیت کے اس جز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابو بکر شبلیؒ فرماتے ہیں: اگر میں ایسا ایسا کہوں تو تب بھی اللہ ہی اللہ ہے اور اگر ایسا ایسا کہوں تب بھی اللہ ہی اللہ ہے یعنی یہ کہ اللہ حاضر ہے غائب نہیں۔ وہ ہر جگہ ہے مگر کوئی جگہ اسے اپنے اندر نہیں لے سکتی اور نہ ہی کوئی جگہ اس سے خالی ہے۔[43] آیت سے استدلال کرتے ہوئے ابو بکر شبلیؒ نے اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ حاضر ہونے اور اس کی عظمت و بزرگی کی طرف اشارہ کیا ہے، اور یہ سب صفات باری تعالیٰ ہیں۔

افعالِ الٰہی کا علم

عقیدۂ توحید میں اللہ تعالیٰ کے افعال کا علم ہونا ضروری ہے، جیسا کہ شیخ علی ہجویریؒ درج ذیل آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں: اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ [44] (اللہ ہر شئے کا خالق ہے)

اللہ تعالیٰ کے افعال کے اثبات کا علم یہ ہے کہ بندہ یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق اور اس کے افعال کا خالق ہے، عدم کو اس کے حکم سے وجود ملا ہے، وہ خیر و شر اور نفع و نقصان کو پیدا کرنے والا ہے۔[45]

افعالِ الٰہی کے اثبات میں مزید دو آیات شیخ ہجویریؒ نے نقل کی ہیں:

أَلَمْ تَرَ إِلَى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ [46] (کیا تم نے اپنے رب کے اس فعل کی طرف نہ نظر کی کہ اس نے سایہ کو کیسے دراز کیا۔) أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ [47] (کیا اونٹ کی طرف نظر نہیں کرتے کہ کیسا پیدا کیا گیا) یہ

---

[42] سورۃ المجادلہ 7:58

Surah al-Mujadilah 58:7

[43] کتاب اللمع فی التصوف۔ کتاب الشطحیات، ص:486

.Kitāb-al-Luma Fi al-Taṣawwuf, P:486

[44] سورۃ الزمر 62:39

Surah al-Zumar 39:62

[45] کشف المحجوب، باب اثبات العلم، ص:15

Kashaf al-Maḥjūb, P:15

[46] سورۃ الفرقان 45:25

Surah al-Furqan 25:45

[47] سورۃ الغاشیۃ 17:88

Surah al-Gashiyah 88:17

آیات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "اس مضمون کی اور بہت ساری آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے افعال اور عجائبات کو سمجھنے اور ان سے اور اس قسم کی دوسری صفات سے ذات باری تعالیٰ پر استدلال کرنے کی دعوت دی گئی ہے"۔[48] بندے کو اللہ تعالیٰ کے افعال اور اس کی کائنات کے عجائبات دیکھ کر اس کی ذات کی معرفت حاصل کرنی چاہیے اور قرآن مجید کی مذکورہ آیات بھی اسی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔

تقدیر ہی غالب آتی ہے

ہمیشہ تقدیر ہی غالب آتی ہے اس کی تشریح درج ذیل آیت کے ضمن میں بیان کی گئی ہے:

وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا [49](اللہ کا حکم تقدیر میں لکھا ہوا ہے)

امام قشیریؒ لکھتے ہیں: " ولقد قیل لجنید : العارف یزنی یا ابا القاسم؟ فاطرق ملیّاً: ثم رفع راسه و قال (وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا)-[50]

ترجمہ:(کسی نے جنیدؒ سے پوچھا کہ کیا عارف زنا کا مرتکب ہو سکتا ہے یا نہیں؟ آپ نے تھوڑی دیر سر جھکایا اور پھر سر اٹھا کر کہا اللہ کا حکم تقدیر میں لکھا ہوا ہے)۔ آپ کے جواب میں اس طرف اشارہ ہے کہ ولی معصوم نہیں ہوتا، اور ولی سے گناہ کا سرزد ہونا اس کی ولایت کے منافی نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ جلد اسے توبہ کی توفیق دے کر اس کی حفاظت کرتا ہے۔[51] نیز آپ کے جواب میں یہ اشارہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہی ہمیشہ غالب آتی ہے اور بندے کا تقدیر پر ایمان کامل ہونا چاہیے۔

ہر نفع و نقصان اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں

درج ذیل آیت مبارکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو واضح کر رہی ہے:

---

[48] کشف المحجوب (اردو)، سید محمد فاروق القادری، ص:94

Kashaf al-Maḥjūb (Urdu), Translator: Sayed Muhammad farooq al-Qadri,P:94

[49] ۔سورۃ الاحزاب 38:33

Surah al-Aḥzab 33:38

[50] ۔الرسالۃ القشیریۃ، باب کرامات الاولیاء، ص:381

al-Risālah al-Qushayriyah, P:381

[51] ۔نتائج الافکار القدسیۃ 264:4

Ntaij-ul-Afkār-il-Qudsiyah, 4:264

وَإِن يَمْسَسْكَ اللّهُ بِضُرٍّ فَلاَ كَاشِفَ لَهُ إِلاَّ هُوَ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلاَ رَآدَّ لِفَضْلِهِ [52]

(اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اسے اس کے سوا کوئی ٹالنے والا نہیں، اور اگر وہ تیرا بھلا چاہے تو اس کے فضل کا رد کرنے والا کوئی نہیں)

شیخ عبد القادر جیلانیؒ اس آیت کو دلیل بناتے ہوئے لکھتے ہیں: "فانه ليس لاحد ضر ولا نفع، ولا جلب و لا دفع، ولا عز ولا ذل،ولا رفع ولا خفض، ولا فقر ولا غنى، ولا تحريک و لا تسکين، الاشياء کلها خلق الله عزوجل بيد الله عزوجل، و بامره و باذنه جريانها، وکل يجرى لاجل مسمى، و کل شيئ عنده بمقدار، ولا مقدم لما اخر، ولا مؤخر لما قدم"۔[53]

ترجمہ: (نفع و نقصان، عزت و ذلّت، بلندی و پستی، محتاجی و تونگری اسی کی طرف سے ہے اور حرکت و سکون وہی دے سکتا ہے۔ تمام اشیاء اس کی مخلوق اور اس کے قبضہ و اختیار میں ہیں اور اسی کے حکم و اذن سے متحرک ہیں۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حکم سے مقررہ مدّت تک جاری رہتی ہے اور ہر چیز اس کے نزدیک ایک اندازے سے ہے۔ جس چیز کو اس نے مؤخر کیا اسے مقدم اور جسے اس نے مقدم کیا ہے اسے مؤخر کرنے والا کوئی نہیں ہے)۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی نظام کائنات چلانے والا ہے اور اس کے قبضہ قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ افعال کا خالق اور بندہ کاسب

اللہ تعالیٰ کا بندے کے افعال کا خالق اور بندے کا کاسب ہونا درج ذیل آیت اور اس کی تشریح سے واضح ہوتا ہے: وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ [54] (اور اللہ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا)

اس آیت کے ضمن میں شیخ عبد القادر جیلانیؒ خیر و شر کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خیر و شر دونوں اللہ تعالیٰ کے فعل اور تقدیر ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا خالق اور متصرف ہے اور بندوں میں انہیں جاری کرنے والا

---

[52]۔ سورۃ یونس: 10/107

Surah Younas 10:107

[53]۔ فتوح الغیب، ص: 44

Futūḥ-al-Ghayb, P:44

[54]۔ سورۃ والصٰفٰت: 37/96

Surah al-Ṣafat 37:96

ہے۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے" الله خلق الجازر و جزوره"[55](اللہ تعالیٰ نے ذبح کرنے والے اور ذبح ہونے والے دونوں کو پیدا کیا ہے)۔

بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور بندوں کا کسب ہیں۔ بندے کے کاسب ہونے کی ایک اور دلیل ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ادْخُلُواْ الْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ [56] (جنت میں داخل ہو جاؤ یہ تمہارے اعمال کا بدلہ ہے)

اللہ سبحانہ کس قدر رحم و کرم والا ہے کہ عمل کی نسبت بندوں کی طرف کرتے ہوئے انھیں عمل کی وجہ سے دخولِ جنت کا مستحق ٹھہرا رہا ہے جبکہ یہ بھی اسی کی توفیق اور رحمت سے ہے۔[57]

شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ نے مفتاح الفتوح شرح فتوح الغیب میں اس مسئلہ کے ضمن میں سیر حاصل بحث کرتے ہوئے آخر میں لکھا ہے کہ "حق بات یہی ہے کہ علمی گفتگو کے ذریعے اس مسئلہ (اللہ خالق اور بندہ کاسب) کی کُنہ معلوم کرنا ممکن نہیں۔ ہاں کشف اتم کے ذریعے حقیقتِ حال پر آگاہی ہو سکتی ہے۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ دخولِ بہشت کے وقت یہ خبر منکشف ہو جائے گی"۔[58]معتزلہ اور اہلِ سنت کے نزدیک یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، البتہ اس کے تمام پہلوؤں پر بحث مشکل ہے۔اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے جو شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ افعال کا خالق ہے اور بندہ کاسب۔

اللہ تعالیٰ کی طرف ظلم کی نسبت محال

شیخ عبد القادر جیلانی فرماتے ہیں:

---

[55]۔ فتوح الغیب، ص:67

Futūḥ-al-Ghayb, P:67

[56]۔ سورۃ النحل:16/32

Surah al-Naḥal 16:32

[57]فتوح الغیب، ص:67

Futūḥ-al-Ghayb, P:67

[58]محدث دہلوی ، شیخ عبد الحق ، مفتاح الفتوح شرح فتوح الغیب، مترجم: علامہ ظہور احمد، ص:316، مسلم کتابوی لاہور، 2012ء

Muḥadas Dahlvi , Abdul Ḥaq, *Miftaḥ al-Futuḥ Sharaḥ Futūḥ-al-Ghayb*, Translator: Zahoor Ahmad (Lahore: Muslim Kitabvi, Edition:2012) P:316

(ترجمہ): ظلم کی نسبت نفس کی طرف کر۔ اور نفس کو اللہ تعالیٰ کے یہ فرامین سنا

مَّا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِن شَكَرْتُمْ وَآمَنتُمْ [59](اگر تم شکر گزار بنے اور ایمان لایا تو اللہ تمہیں کس لیے عذاب میں مبتلا کرے گا) ذَلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلاَّمٍ لِّلْعَبِيدِ [60](یہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا)إِنَّ اللّٰهَ لاَ يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَكِنَّ النَّاسَ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ [61] (اللہ بندوں پر کبھی بھی ظلم نہیں کرتا، بلکہ لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں)

اور اس طرح کی دیگر آیات و احادیث پڑھو(تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ظلم سے منزّہ و مبرّا ہے)۔ (چونکہ ظلم نفس کی طرف سے ہوتا ہے اس لیے) اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے نفس کے دشمن بن جاؤ، خدا تعالیٰ کے لیے اس کے ساتھ جدال و محاربہ کرو اور اس کے لیے تلوار نکال کر نفس کے قہر و شکست کے لیے اللہ تعالیٰ کے لشکری بن جاؤ کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کا بدترین دشمن ہے۔[62]

اس مقالہ میں ظلم کے متعلق تفصیل بیان کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:(ترجمہ) کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور نہ ہی ظلم کو پسند فرماتا ہے، مخلوق پر ظلم کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے، کیونکہ وہ تیرا اور ہر چیز کا مالک ہے اور مالک کو اپنی ملک میں جس طرح چاہے تصرف کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ لہٰذا اس پر ظلم کا اطلاق نہیں ہو سکتا اور ظالم کی تعریف ہی یہ ہے کہ وہ غیر کی مِلک میں اجازت کے بغیر تصرف کرے۔[63] ان آیات کی تفسیر میں اہل سنت کا عقیدہ بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ظلم کی نسبت کرنا محال ہے، لہٰذا عقیدۂ توحید کا یہ بنیادی تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو تمام عیوب و نقائص سے مبرا سمجھا جائے۔

---

[59]۔ سورۃ النساء:4/147

Surah al-Nisa 4:147

[60]۔ سورۃ آل عمران:3/182

Surah Aal'e Imran 3:182

[61]۔ سورۃ یونس:10/44

Surah Younas 10:44

[62]۔ فتوح الغیب، ص:147

Futūḥ-al-Ghayb, P: 147

[63]۔ ایضا

Ibid

تدبیرِ الٰہی پر رضا کا حکم

شیخ عبد القادر جیلانیؒ درج ذیل آیت کے ضمن میں مسئلہ تقدیر بیان کرتے ہیں:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَن تَكْرَهُواْ شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَن تُحِبُّواْ شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ[64]

(تم پر خدا کی راہ میں لڑنا فرض ہوا اور وہ تمھیں ناگوار ہے اور قریب ہے کہ کوئی بات تمھیں بُری لگے اور وہ تمھارے حق میں بہتر ہو، اور قریب ہے کہ کوئی بات تمھیں پسند آئے اور وہ تمھارے حق میں بُری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے)

"خدا کی تدبیر کے مطابق قسمت میں لکھے ہوئے پر رضا کے طالب بنو، جس حال میں رکھا ہے اور جس مصیبت میں مبتلا کیا ہے اس پر اس وقت تک دائمی حفاظت کا سوال کرو جب تک خدا تمھیں موجودہ حال کے برعکس مخالف حال کی طرف نہ لوٹا دے۔ کیونکہ تمھیں معلوم نہیں کہ بھلائی کس بات میں ہے، فقر میں ہے یا غنا میں، بلا میں ہے یا عافیت میں۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے اشیاء کے احوال کی حقیقت کا اور صلاح وفساد کا علم پوشیدہ رکھا ہے، اللہ تعالیٰ ہی ان کی مصلحتوں اور مضرتوں کو بہتر جانتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اس بات کی قطعاً پرواہ نہیں کہ میری صبح کس حال میں ہو گی، اس حال میں جو مجھے ناپسند ہے یا ایسے حال میں جو مجھے پسند ہے۔ اس لیے کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ میری بہتری کس میں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کی وجہ یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی تدبیر پر حسنِ رضا اور اس کی قضا واختیار پر آرام و قرار کی نعمت سے مالامال تھے"۔[65]

شرح فتوح الغیب میں شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ مذکورہ آیت کی شرح میں لکھتے ہیں:

---

[64]۔ سورۃ البقرۃ:2/216

Surah al-Baqrah 2:216

[65]۔ فتوح الغیب، ص:155-156؛ شرح فتوح الغیب، مترجم: ظہور احمد جلالی، ص:696

Futūḥ-al-Ghayb, P:155-156; Sharaḥ Futūḥ-al-Ghayb, P:696

"شیخ ابو طالب مکیؒ[66] اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بندہ فقر و گمنامی اور مصیبت کو مکروہ جانتا ہے حالانکہ یہ چیزیں قیامت کے روز مفید ثابت ہوں گی اور اس کے برعکس غنا و شہرت اور مال و عافیت کو پسند کرتا ہے ممکن ہے کہ یہ چیز انجام کے اعتبار سے بدتر ثابت ہو۔ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً [67] کے معنی کرتے ہیں اس سے مراد بلیّات ہیں جو کہ آخرت کی نعمتیں ہیں لہٰذا بندے کو مولا کریم کی طرف سے جو کچھ بھی ملتا ہے وہ سب نعمت ہے"۔[68]

ایک مقام پر آپ" وَأَنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ "کی تفسیر میں لکھتے ہیں:"تم کبھی خیر کو شر اور کبھی شر کو خیر سمجھ لیتے ہو"۔[69] ان آیات کی تفسیر بہت جامع انداز میں کی گئی ہے اور شیخ نے تفسیر میں اس بات کی طرف توجہ مبذول کروائی ہے کہ بندے کو خدا تعالیٰ کی تدبیر پر ہمیشہ راضی رہنا چاہیے کیونکہ بندہ بعض اوقات خیر و شر اور شر کو خیر سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ امام قشیریؒ درج ذیل آیت کے ضمن میں مسئلہ تقدیر یوں بیان کرتے ہیں:

وَلَئِن شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ لاَ تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلاً[70](اگر ہم چاہیں تو جو وحی ہم نے تم کو بھیجی ہے، اسے واپس لے جائیں، پھر تم اس پر کوئی وکیل نہ پاتے جو ہمارے پاس آپ کی وکالت کرے)۔

---

[66]۔ نام محمد بن علی بن عطیہ الحارثی ہے، مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے، شیخ ابو الحسن محمد بن ابی عبد اللہ احمد بن سالم البصری کے مرید ہیں، آپ کی وفات جمادی الآخر 386ھ میں ہوئی۔(سفینۃ الاولیاء 203)

Dara Shiko, *Safinat-ul-Aoliya*, Translator: Muhammad Ali Lutfi, (Karachi: Nafees Akadmi, Edition 1986) P:203

[67]۔ سورۃ لقمان: 20/31

Surah Luqman 31:2

[68]۔ شرح فتوح الغیب، ص: 697

Sharaḥ Futūḥ-al-Ghayb, P:697

[69]۔ شرح فتوح الغیب، ص: 712

Sharḥ Futūḥ-al-Ghayb, P:712

[70]۔ سورۃ بنی اسرائیل 86:17

Surah Bani Israiel 17:86

شبلیؒ نے امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے جب اس آیت کریمہ کی تلاوت سنی تو انہوں نے ایک زور دار چیخ ماری، اور کانپنے لگ گئے اور کہنے لگے: کیا احباب کو اسی طرح خطاب کیا جاتا ہے؟۔ یہ الفاظ بار بار دہرا رہے تھے۔[71] یہ کہنے سے ان کی مراد یہ تھی کہ جب محبوب کو یوں کہا جا رہا ہے تو پھر غیروں کے لیے اس سے کہیں سخت انداز اپنایا جا سکتا ہے۔ زکریہ انصاری اس ضمن میں لکھتے ہیں کہ عارفین بے شک اللہ کی معرفت، محبت اور تکریم میں بہت بلند مقام پر پہنچ جائیں لیکن وہ اس کی خفیہ تدبیر سے امن میں نہیں ہوتے اور نہ ہی وہ اس کے فضل سے مایوس ہوتے ہیں، کیونکہ ان کو علم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔[72] اس سے معلوم ہوا کہ ایمان خوف اور امید کے درمیان رہنے کا نام ہے اور یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی دعوت اور مشیت سے جمع اور تفرقہ کا استدلال

درج ذیل آیت کے ضمن میں شیخ علی ہجویریؒ مشیت خداوندی کی بحث یوں کرتے ہیں:

اللَّهُ يَدْعُو إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ[73] (اور اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے، اللہ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت فرماتا ہے)۔

آیت کے پہلے حصہ " اللَّهُ يَدْعُو إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ "میں تمام مخلوق کو دعوت میں جمع فرمایا اور آیت کے دوسرے حصہ " وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ "میں ہدایت کے سلسلہ میں فرق کیا ہے۔ اس نے اپنی دعوت میں سب کو جمع کر کے پکارا اور اظہارِ مشیت میں ایک گروہ کو حکم سے خارج کر کے بیان کیا اور باقی کو حکم میں جمع کر دیا، پھر ان میں اس طرح فرق کیا کہ ایک گروہ کو ذلت و خواری کے ساتھ اپنے در سے دور بھگا دیا اور دوسرے کو توفیق کے ذریعے مقبول بنایا، نہی میں سب کو جمع کیا اور امر میں کچھ کو جدا کر دیا، ایک گروہ کو عصمت عطا فرمائی اور دوسرے کو معصیت کی طرف مائل کیا، لہٰذا اس معنی میں حقیقت و اسرار اور حق تعالیٰ کی معلوم و مراد میں لفظ جمع ہے

71۔ الرسالۃ القشیریۃ، ص:373

Al-Risālah al-Qushayriyah, P:373

72۔ نتائج الافکار القدسیۃ4:235

Ntaij-ul-Afkār-il-Qudsiyah, 4:235

73۔ سورۃ یونس10:25

Surah Younas 10:25

اور امر و نہی کے اظہار میں لفظ تفرقہ ہے، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کردو، مگر چاہا کہ وہ ذبح نہ ہوں۔ ابلیس کو حکم ہوا کہ آدم کو سجدہ کرو مگر مشیت یہ ہوئی کہ وہ سجدہ نہ کرے اور اس نے سجدہ نہیں کیا۔[74] اس تفسیر میں بھی تقدیر و مشیت کی بحث کی گئی، بندے کا ایمان یہ ہونا چاہیے کہ ہوتا وہی ہے جو مشیتِ خداوندی ہو اور جو مشیت خداوندی نہ ہو وہ کام کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔

خلاصہ بحث

سابقہ بحث سے واضح ہوتا ہے کہ امہات کتبِ تصوف میں عقیدۂ توحید اور اس کے متعلقات کو تفصیلا بیان کیا گیا ہے، توحید اور عقیدۂ توحید کی تعریف سے لے کر صفات باری تعالیٰ اور اس کے تمام متعلقات کو قرآنی آیات کے ضمن میں بہترین اور دلنشین انداز میں اعتدال کے ساتھ پیش کیا ہے، نیز صوفیہ کا اپنی کتب میں یہ تفصیلات بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بندۂ مومن کو سب سے پہلے ذات باری تعالیٰ، صفات باری تعالیٰ اور افعالِ باری تعالیٰ کے متعلق تمام باریکیوں کا علم ہونا ضروری ہے ورنہ راہِ طریقت میں بھٹک جانے کا خدشہ زیادہ ہوتا ہے، یوں انسان کی دنیاو آخرت تباہ ہو جاتی ہے۔

اس بحث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لا چکے ہیں قرآن مجید نے ان کی عقیدۂ توحید اور ذات وصفاتِ باری تعالیٰ کی دیگر باریکیوں کی طرف رہنمائی کی ہے، لیکن وہ لوگ جو ابھی ایمان ہی نہ لائے ان کو سمجھانے کے لیے کائنات کے عجائبات کو دیکھ کر توحید باری تعالیٰ کا استدلال کرنے اور دیگر عقلی توجیہات کے ساتھ رہنمائی کی ہے۔ انہی دو طریقوں کی صوفیہ نے انتہائی آسان طریقے سے تشریح کی ہے جس سے انسانی عقل و فہم کو مزید روشنی ملتی ہے اور مشکل عقدے کھل جاتے ہیں، متشابہ آیات کی تفسیر میں بھی عقیدۂ توحید کے حسن کو مزید نکھارا گیا ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

[74]۔ کشف المحجوب، باب فی فرق فرقھم، ص:275

Consult: Kashaf al-Maḥjūb, P:275